# پولینڈ اور اسلام

یہ ۱۳۹۷ء کی بات ہے جب پہلی بار تاتار مسلمانوں نے اس وقت کی عظیم پولش ریاست کو اپنے قدموں کا شرف
اس وقت پولینڈ اور لیتھوانیا ایک ہی ریاست تھی اور پولینڈ لیتھوانیا کہلاتی تھی۔ یہ مسلمان لیتھوانیا میں تروکی (TROKI) اور ویلنیوس (VILNI NS) کے گرد نواح میں آباد ہوئے۔ یہ پولینڈ سے اسلام کا پہلا رشتہ تھا۔

مسلمانوں کی باقاعدہ بڑی آبادکاری اس وقت ہوئی جب توختامیش (TOKHTAMYSH) تیمور لنگ سے شکست کھانے کے بعد لیتھوانیا میں پناہ لینے پر مجبور ہوا۔ وہ تو کچھ عرصہ بعد اپنی ریاست (WHITE AND GOLDEN HORDE) واپس حاصل کرنے چلے گئے۔ مگر اس کا بیٹا جلال الدین یہیں پر قیام پذیر ہوا۔ کچھ عرصہ بعد انہوں نے بھی یہاں سے کوچ کیا۔ مگر بہت سے تاتار سپاہی اور معززین یہاں منتقل آباد ہو گئے۔ یہ مسلمانوں کی پہلی آبادی تھی۔
اس کے بعد دوسرے مسلمان ممالک سے پولینڈ اور لیتھوانیا میں مسلمانوں کی ہجرت جاری رہی۔ یہاں آذربائیجان اور ترکی سے بھی مسلمان آئے۔ لیکن تناسب کے لحاظ سے ان کی تعداد اتنی کم تھی کہ وہ اپنا علیحدہ تشخص برقرار نہ رکھ سکے اور تاتاریوں میں ضم ہو گئے۔

چونکہ مسلمان مختلف علاقوں سے یہاں آئے تھے۔ اس لیے ان کی زبانیں بھی مختلف تھیں نتیجتاً ایک دوسرے سے بات چیت کے لیے انہوں نے پولش زبان کا سہارا لیا۔ اور آہستہ آہستہ اپنی تاتاری زبانیں بھول گئے۔ یہی حال رہن سہن کے طریقوں کا رہا۔ اور یوں مسلمانوں کے لیے پولینڈ نے اپنی ہی سرزمین کا درجہ اختیار کر لیا۔ البتہ اسلام مسلمانوں کی معاشرتی زندگی اور شناخت رہی۔

ابتداء میں آبادکاری کا بہت آسان اصول تھا۔ پولینڈ، لیتھوانیا کے حکمران آبادکاری سمیت مسجد کی تعمیر اور مذہب پر عمل درآمد کی آزادی دیتے تھے اور اس کے بدلے مسلمان اپنے علاقوں میں فوجی خدمات انجام دیتے تھے۔ سترھویں صدی کے وسط میں تنخواہ دار فوج کے اجراء سے یہ اصول ختم ہوا۔ ویسے بھی ابتداء سے مسلمانوں نے اپنے آپ کو سپاہ گری تک محدود نہیں رکھا انہوں نے باغبانی، تکنیکی، ہنرمندی اور سفارت کاری کے خصوصاً مسلمان ممالک میں خدمات بھی انجام دیں۔

جوں جوں مسلمانوں کی تعداد بڑھتی رہی مسلمان تروکی اور ویلنیوس کے آگے بڑھ کر موجودہ تمام BYELORUSSIA اور بیالوی سٹاک BIAY SROK کے مشرقی علاقوں میں پھیل گئے۔ یکساں گروہوں پر مشتمل

مسلمانوں نے یا تو اپنی علیحدہ آبادیاں بسالیں۔ یا پھر آباد قصبوں اور شہروں میں ایک ہی گلی یا محلہ میں رہنے لگے۔ ایسی آبادیوں یا محلوں کے سروں پر بالعموم مساجد اور قبرستان ہوا کرتے تھے۔ ہر مسجد کے ساتھ ایک امام کا گھر ہوتا تھا۔ مسجد کے ساتھ اپنا موقف ہوتا تھا۔ بالعموم یہ زرعی زمین کی صورت میں ہوا کرتا تھا۔ اور اس کی آمدنی سے مسجد کے اخراجات اور امام کی تنخواہ ادا کی جاتی تھی۔ ہر مسجد کے ساتھ سکول ہوا کرتا تھا۔ جس میں امام یا مذہبی استاد جسے ہوجا (HOJA) کہا کرتے تھے۔ بچوں کو مذہبی تعلیم دیتا تھا۔ اس معلم کو تنخواہ مسلمانوں کی جماعت (COMMUNE) جسے "جمعیت" کہتے تھے ادا کرتی تھی۔ جمعیت مسجد کے گرد نواح میں بسنے والے مسلمانوں پر مشتمل ہوا کرتی تھی۔ یہ تنظیم اپنے بنائے ہوئے قواعد وضوابط کے مطابق چلتی تھی۔ امام کا انتخاب "ہوجا" کا تقرر۔ تنازعات میں تصفیے اور زندگی کے عمومی اور خصوصی مسائل کا حل اس کی ذمہ داریوں میں شامل تھا۔

۲۰ ویں صدی تک پولینڈ میں مسلمانوں کی کوئی ملک گیر تنظیم نہیں تھی۔ البتہ جمعیتیں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کیا کرتی تھیں۔ مگر ہر ایک اپنے معاملات میں خود مختار ہوا کرتا تھا۔ اٹھارویں صدی تک مسلمان مذہبی معاملات میں استنبول کے مفتی کو رجوع کرتے تھے۔ مگر پولینڈ کی تقسیم کے بعد زار روس نے پولش مسلمانوں کو کریمیا کے مفتی کے تابع کیا۔ جو صدی سے زیادہ ان کا مفتی رہا۔ پھر بھی مسلمان خلافت عثمانیہ کو اپنا محافظ اور مسلمانوں کا راہبر سمجھتے تھے ترک عثمانی روایات نے پولش مسلمانوں پر ایسا گہرا اثر چھوڑا کہ عثمانیوں کی روایات کے نشان ابھی تک ملتے ہیں۔

جب پولینڈ دنیا کے نقشے سے مٹ گیا تھا مسلمانوں نے روسی تسلط کے اس دور میں بھی اپنی مذہبی اور سیاسی سرگرمیاں جاری رکھیں۔ ۱۹ ویں صدی کے اختتام اور ۲۰ ویں صدی کے آغاز میں تاتار مسلمانوں کے اندر اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے جذبے نے زور پکڑا۔ جمال الدین افغانی کے پان اسلامزم PAN LSLAMISM کا نظریہ بہت مقبول ہوا اور یہاں کے مسلمان اپنے مسائل سے آگے بڑھ کر بین الاقوامی مسائل میں بھی دخل دینے لگے۔ ۱۹۰۷ء سے ۱۹۱۰ء کے درمیان روس کے اس وقت کے دارالخلافہ پیٹر بورو غم PETERDOROUBH میں پولش مسلمانوں نے ایک زیر زمین علمی سرکل قائم کیا۔ اس کا کام تاتار مسلمان روایات کو برقرار رکھنا تھا۔ یہ تنظیم دوسری جنگ عظیم تک جاری رہی۔

انقلاب روس کے بعد اشتراکیوں نے نہ صرف مسلمان ریاستوں کو ختم کیا۔ بلکہ یہاں سے اسلام کا خاتمہ کرنے کے لیے مسلمانوں کا قتل عام بھی کیا۔ جو بچ گئے ان کو علاقہ بدر کیا۔ اکثریت کو سائبیریا بھیج دیا۔ اذیتی کیمپوں میں بربریت کے وہ مظاہر رونما ہوئے کہ انسانیت کو بیان کرتے ہوئے شرم آتی ہے مسجدوں کو مسمار کیا گیا یا اس کو دوسرے مقاصد کے لیے استعمال کرنے لگے۔ تہذیبی مراکز کو ختم کیا گیا۔ روسیوں کی مسلمان علاقوں میں آبادکاری کی۔ مسلمانوں کو عیسائی بننے پر مجبور کیا گیا اور ہر لحاظ سے مسلمان تیسرے درجے سے بھی کم تر شہری بن گئے۔ اور ہر لحاظ سے اسلام کا نام نشان ختم کرنے کی کوشش کی گئی مگر جیسے وہاں کے مسلمانوں نے اپنے وجود کا ثبوت دیا اس زمانے میں پولش مسلمانوں نے

اپنے دینی احیاء کی جدوجہد جاری رکھی۔

دوسری جنگ عظیم سے پہلے پولینڈ میں ۱۷ مساجد، ۲ عبادت گاہیں، ۱۹ جمعیت، ایک مفتی، بہت سارا دفتر۔ ۲۶ امام و موذن اور سوجا موجود تھے۔

۱۹۲۹ء کے بعد دوسری جنگ عظیم میں جب روسی فوجیں پولینڈ میں داخل ہوئیں تو یہاں بھی بڑے پیمانے پر مسلمان قتل ہوئے۔ مسجدوں کی مسماری اور مذہبی زندگی کی تباہی کا آغاز ہوا۔ ۱۹۴۵ء میں جب پولینڈ کی نئی سرحد کا تعین ہوا تو موجودہ پولینڈ میں صرف ۲ مساجد رہ گئی تھیں، اور تاتار مسلمان کے جوہر قابل اور معززین جن میں ڈاکٹر، وکیل اور ادیبوں کی ایک بڑی تعداد شامل تھی کو یا تو قتل کر دیا گیا، یا ان کو ملک کے غربی علاقوں میں علاقہ بدر کیا گیا۔ جہاں ان کی بقیہ زندگی تنہائی اور گمنامی میں باقی مسلم معاشرے سے کٹ کر گزری۔

مسلمان علماء نے یہاں بہت علمی کام کیا تھا۔ تفاسیر لکھی گئی تھیں۔ احادیث کے مجموعے مرتب کئے گئے تھے۔ اسلامی تاریخ لکھی گئی تھی۔ ان میں سے اکثر کتابیں قلمی نسخوں کی صورت میں تھیں۔ اس تمام علمی ورثہ کو اشتراکی فوجوں نے یا تو سگریٹ بنا بنا جلایا اور یا بے رحم ہواؤں میں بکھیر کر ضائع کر دیا۔ نہ صرف تمام علمی خزانہ تباہ ہوا بلکہ قرآن مجید کے بے شمار نسخے شہید کر دیئے گئے اور ایک منظم کوشش کے تحت مسلمانوں کو اپنے ماضی، علمی سرمایہ اور جوہر قابل سے محروم کیا گیا اور اسلامی تہذیب و ثقافت کی ہر بنیاد کو ڈھایا گیا۔

گو کہ پہلے ریاستی سربراہ فرسٹ مارشل پیوسودکی Pi SUDSKi کے دنوں میں مسلمانوں کو کچھ سکون ملا کیونکہ بہت سارے مسلمان معززین اس کے دوست تھے اور پولینڈ کی آزادی کے لیے اس کے شانہ بشانہ لڑے تھے۔ مگر اس کے بعد کمیونزم کا وہی رنگ رہا۔ ویسے بھی اشتراکی فوجوں نے دوسری جنگ عظیم کے دوران قتل عام، علاقہ بدری اور ظلم و ستم سے مسلمانوں کی کمر توڑ دیا تھا۔ مسلمانوں کی ترقی کی قوت اور حوصلہ جواب دے چکی تھی۔ ایسے میں کمیونزم کے ناسازگار ماحول میں ایک لمبے عرصے تک مسلمان کوئی مذہبی یا تہذیبی سرگرمی نہ کر سکے۔ صرف گڈانسک کی مسجد کی تعمیر۔ وارسا میں مسجد کی تعمیر کا ارادہ اور بیاؤی سٹاک کی مسجد۔ اسلام کے نام اور جذبہ کو زندہ رکھے ہوئے تھی۔

وقت کے ساتھ اسلام ..... اپنوں کے ہاں .... ظلم و جبر کے ہاتھوں۔ اجنبی بنتا گیا اور اب پچھلی دہائی میں جب پولینڈ سے اشتراکیت بے عزتی سے نکل گئی تو معلوم ہوا کہ اب بھی یہاں ۵ ہزار سے زیادہ مسلمان سرکاری کے کھاتے میں اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتے ہوئے فخر محسوس کرتے تھے۔ مگر ان میں سے اکثریت کو بس اتنا معلوم ہے کہ وہ مسلمان ہیں۔ کلمہ پڑھنا تک ان کو نہیں آتا خصوصاً جو نسل ۱۹۴۰ء کے بعد پروان چڑھی ہے انہیں کسی چیز کا پتہ نہیں اور پتہ لگے بھی کیسے۔ جہاں کچھ اسلام باقی ہے خصوصاً بوڑھے اور پختہ عمر کے لوگوں میں وہ بیچارے بھی بس جمعہ کو باجماعت نماز پڑھتے ہیں۔ گو کہ یہاں سارے مسلمان سنی اور حنفی مسلک سے تعلق تھے، مگر اب ان کو رکعات

ی تعداد کی شاید نماز کے اوقات بھی بھول گئے ہیں۔ چند ہی خوش قسمت ہیں جن کے پاس قرآن مجید کا عربی نسخہ ہوگا۔ ورنہ سرکار کے زیرنگرانی ترجمہ قرآن مجید ملتا ہے۔ جس کے مندرجات کا اندازہ آسانی سے لگایا جاسکتا ہے۔ رمضان کے روزے رکھنے کا رواج بھی ہے اور ستائیسویں کی شب اجتماعی تراویح پڑھتے ہوئے بھی مسلمانوں کو دیکھا ہے۔

یہ تمام مایوس کن صورتحال اپنی جگہ ..... مگر تاتاری مسلمانوں کی اب بھی داد دینی پڑتی ہے کہ انہوں نے اسلام کو اس مشکل میں بھی کسی نہ کسی صورت زندہ رکھا۔ اس غیور قوم نے جہاں ابتداء میں مسلمانوں کے علمی خزانوں کو نذر آتش کرکے مسلمانوں کے سروں کے مینار تعمیر کرکے مراکز اسلام کو ختم کیا۔ وہاں خود مسلمان ہوکر اس سے کئی گنا زیادہ مظالم اسلام کی خاطر برداشت کئے۔ روس میں یہ سلسلہ ظلم و جبر آج بھی جاری ہے، مگر یہاں کے مسلمان اب پرسکون زندگی کی جانب قدم بڑھا رہے ہیں۔

بیاؤی سٹاک اور گدانسک کی مساجد ایک عرصہ ہوا دوبارہ آباد ہوگئی ہیں۔ بیاؤی سٹاک میں جہاں مسلمانوں کی آبادی نسبتاً زیادہ ہے۔ وہاں کی چھوٹی سی خوبصورت مسجد میں (یمنی) طلبہ نے اسلامی مدرسہ قائم کیا ہے۔ جہاں پچھلے سال ۳۰ طلبہ قرآن۔ حدیث۔ فقہ کی تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ بچوں کے درس روزانہ ہوتے ہیں۔ جب کہ والدین ہفتہ میں ایک دن آتے ہیں اور یوں روزانہ مسجد کھلی رہتی ہے۔ نمازیں بھی ادا ہوتی ہیں، اور قرآن مجید کے کئی نسخے بھی وہاں موجود ہیں۔ گدانسک کی مسجد ویسے تو کافی عرصہ پہلے سے کھلی تھی مگر سرکاری طور پر باقاعدہ اس کے کھولنے کی تقریب بھی پچھلے سال منعقد کردی گئی۔ یہاں جمعہ کے علاوہ روزانہ تین نمازیں بھی باجماعت ادا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ یہاں یہ کام اتحاد الطلبہ المسلمین کے طالب علم کرتے ہیں۔ لیکن ان سب سے بڑھ کر وارسا میں ایک عرصے سے مسجد کی تعمیر کا خواب شرمندہ تعبیر ہوا۔ اس سال رمضان المبارک میں ایک چہار منزلہ عمارت خریدی جو اسلامی مرکز ISLAMIC CENTRE کے نام سے موسوم ہوئی۔ اب اس میں جمعہ کی نماز ادا کی جاتی ہے اور ہفتہ اتوار کو بھی یہاں نمازیں باجماعت ادا کی جاسکتی ہیں۔ باقاعدہ امام کے تقرر کے بعد انشاء اللہ یہاں پنج وقتہ نمازیں شروع ہوں گی۔ مستقبل میں اس کے ساتھ ملحقہ زمین پر مسجد کی تعمیر کا منصوبہ ہے۔ جب کہ یہ عمارت اسلامی لائبریری، اسلامی مدرسہ اور تہذیبی مرکز کے طور پہ کام آئے گا اور انشاء اللہ اسلامی تہذیب کے احیاء اور ترویج میں اہم کردار ادا کرے گا۔ یہ بات بھی شاید باعث دلچسپی ہوگی کہ وارسا میں باقاعدہ جمعہ کی نماز کی ادائیگی کا نظام پاکستانی قونصل خانہ (اس وقت سفارت خانہ نہیں تھا) کے ایک باعزم قونصلر کے ہاتھوں اشتراکی دور ہی میں شروع ہوا تھا۔ مگر پھر یہ خدمت پاکستان کے ہاتھوں سے نکل کر مصر کے ہاں گئی۔ مصری سفارت خانے میں پھر جمعہ ادا ہوتے لگا اور یہ سلسلہ نئے اسلامی مرکز کے قیام تک جاری رہا۔ اب بھی سفیر مصر اس قائمہ کمیٹی کے صدر ہیں جو مسجد کا انتظام چلاتی ہے۔

پولش مسلمانوں کی اپنی ایک تنظیم POLISH MUSLIM ASSOCIATION کے نام سے قائم ہے۔ جو پولش مسلمانوں کے مسائل کے حل اور دلچسپیوں کا تحفظ کرتی ہے۔

پولش مسلم ایسوسی ایشن نے جہاں ایک جانب پچھلے سال عید الفطر کی نماز میں پولش ٹی وی پر اسلام کے خلاف پروپیگنڈہ پر مذمتی قرارداد منظور کروائی۔ وہاں عیدین پر غیر ملکی مسلمانوں کی اچھی تواضع بھی کروائی۔ وارسا میں اس تنظیم نے مسلمانوں کے لیے ایک علیحدہ قبرستان حاصل کیا اور اب جنازگاہ کی تعمیر کا منصوبہ ہے۔ اسلامی مرکز کی خریداری اور اس کا انتظام بھی یہی تنظیم کرواتی ہے ...... مالی تعاون رابطہ عالم اسلامی کا ہے۔

اسلام کی ترویج کے لیے اتحاد الطلبۃ المسلمین (اخوان کے زیر اثر عرب مسلمان طلبہ کی تنظیم) مناسب جدوجہد کر رہی ہے تینوں مساجد بنیادی طور پر ان کی وجہ سے آباد ہیں۔ رفاعی اور سماجی خدمات بھی انجام دیتے ہیں۔ اور زکوٰۃ و صدقات کی رقوم سے پولش غریب مسلمانوں کی اعانت بھی کرتے ہیں۔ تبلیغی جماعت بھی سرگرم عمل ہے۔ پچھلے دو سالوں میں چالیس چالیس دنوں کے لیے پاکستان سے دو اور برطانیہ سے ۴ جماعتیں آئی ہیں۔ مگر یہ کام بہت بڑا ہے۔ بھولا ہوا سبق یاد دلانا اتنا آسان نہیں۔ خصوصاً عیسائیت کے وسیع پرچار اور گمراہی کے آخری کنارے پر پہنچے ہوئے معاشرے میں جہاں اچھے بھلے مسلمانوں کے قدم ڈگمگا جاتے ہیں ...... یہ اس وقت کی اسلامی تحریکوں کے لیے ایک چیلنج ہے ..... کوئی ہے ..... جو اس پر لبیک کہے۔

کیوں کہ قادیانی یہاں پچھلے سال سے پہنچ چکے ہیں۔ ان کا مرکز بھی قائم ہے اور کتابیں بھی سٹالوں پر ملنے لگی ہیں ..... رابطے بھی کر رہے ہیں۔

**نوٹ**:۔ مضمون کا کچھ حصہ SALIM CHAZDIJEWICS کے مضمون MUSLIM IN POLAND سے اخذ کیا گیا ہے ..... جس کے لیے میں پولش مسلمانوں کے مجلہ ISLAMIC LIFE کا شکر گزار ہوں۔

(بقیہ صفحہ ۵۵ سے)

حافظ ابن حجرؒ اس پر فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا منشا یہ ہے کہ کھانے کے بعد جو ٹھی انگلیوں کو جب تک چوس نہ لیا جائے انہیں دھویا نہ جائے یا تولیہ سے صاف نہ کیا جائے۔ تاکہ جس برکت کا ذکر ہوا ہے وہ حاصل ہو۔ حدیث میں صراحت ہاتھ کے دھونے یا تولیہ سے صاف کرنے کی نہیں جوٹھی انگلیوں کے چوسنے کی ہے۔ ہاں بعض اوقات انگلیوں کے چوسنے کے بعد ہاتھ دھونا پسندیدہ ہوگا تاکہ کھانے کی بو زائل ہو جائے۔ قاضی عیاض نے جس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے وہ اسی پر محمول کی جائے گی[۱]

کھانے کے بعد انگلیوں کو چوسنے کا حکم اپنی جگہ ہے۔ اس کے بعد ہاتھ کبھی تولیہ یا جاذب سے صاف ہو سکے گا اور کبھی اس کے لیے پانی کی ضرورت ہوگی۔ جہاں پانی کی ضرورت ہو صفائی کا تقاضا ہے کہ اسی سے صاف کیا جائے۔ صفائی کے لیے، جیسا کہ عرض کیا جا چکا اشنان اور صابن کا استعمال بھی جائز ہے۔ اس پر مزید بحث آگے آ رہی ہے۔